عقائدِ باطلہ کا رد: شیخ احمد سرہندی کا کردار اور عصری استفادہ

ڈاکٹر محمد ارشد*
ڈاکٹر نسیم محمود**

ABSTRACT

Shaikh Ahmed Sirhindi, known as Mujaddid Alf Sani (R.A) was not only a well-known Muslim mystic but also a great reformer. He brought reformative changes in political system of subcontinent and introduced social set up of Islamic society, spiritual patterns of Islamic mystics and religious scholars of Islamic sciences. His services regarding the revival of Islam and purification of Islamic beliefs are versatile and multi-dimensional. Mughal emperor Akbar tried to reconcile the differences of both religions, and introduced a new faith called the Din-i-Ilahi, which incorporated both Islam and Hinduism which stressed the Muslim community a lot.

This article is a study of the role of Shaikh Ahmad Sirhandi in purification believes. Main tiopics of this study are oneness of Ram and Raheem, wahdat-ul-wajood and wahdat-ul-Shahood, finality, eternality, sustainability and universality of Prophethood, Meraj-ul-Nabi, Aqeeda Tanasukh and Aqeeda Halool with reference to the life hereinafter. Article also mentions the methodology of this pious personality in purification of believers and its utility in contemporary period. This ends with findings of the research paper and no doubt it provides important guidance for researchers of Islam to face the challenges for the betterment of Muslim Ummah.

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، شکر گڑھ
** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ علامہ اقبال پوسٹ گریجوایٹ کالج (بوائز)، سیالکوٹ

KEYWORDS: باطل عقائد، علماء سوء، متجسس، ضم، تشکیل، تریمورتی

انسانی ہدایت کے لیے رسول، نبی اور صلحاء کو ہر دور میں مختلف علاقوں اور مختلف اقوام کی طرف بھیجا اور ختمِ نبوت کے بعد یہ اصلاح کا یہ فرض علمائے اُمت سرانجام دیتے رہے اور قیامت تک دیتے رہیں گے۔ ان ہی علماء میں حضرت مجدد الف ثانی(1524ء-1598ء)کی شخصیت جنہوں نے ہر شعبے میں اصلاحات کیں اور خاص کر اصلاحِ عقائد میں وہ مساعی جمیلہ انجام دیں جو رہتی دنیا تک مینارہ نور ہیں اور ہر طبقہ زندگی کے عقائد کی اصلاح فرمائی اور اس کی پاداش میں حاکم وقت کی طرف سے بہت سی صعوبتیں بھی برداشت کیں لیکن پھر بھی آپ نے خالص تصور توحید کا پرچار کیا،عقیدہ رسالت اور ختم نبوت کی وضاحت کی اس کے علاوہ جو اہم کارنامہ سرانجام دیا وہ اصلاح تصوف ہے کہ اس کے بارے مختلف نظریات کی اصلاح کر کے اس بارے اسلامی تعلیمات کو ہندومت میں ضم ہونے سے بچالیا۔

فتنہ دین الٰہی کے رد سے باطل عقائد کی تردید کا آغاز

مجدد الف ثانی کے دور میں کم سنی میں تخت نشیں ہونے والا اکبر بادشاہ متجسس ذہن کا مالک لیکن ناخواندہ شخص تھا، علماء کا قدردان تھا مگر ہندو علماء وامراء بھی اس کے مصاحب تھے اور ان کا خاصا اثر ورسوخ تھا ۔ مسلم علماء سوء اور ہندو امراء کی صحبت نے اس کے خیالات بدلے اور اس کے اندر ہندوستان کے تمام مذاہب کو ملا کر ایک نئے دین کی تشکیل کی سوچ پروان چڑھی جس کو "دین الٰہی"کا نام دیا گیا جس کے تحت اس نے دین اسلام میں درج ذیل خرافات پیدا کر دیں:

اسلام کے کلمہ توحید کی جگہ اکبر خلیفۃ اللہ کا کلمہ رائج کیا گیا، مقام نبوت کی اہانت ، ملائکہ ، وحی اور رسالت کا انکار کر دیا گیا۔ ایمان بالغیب کی بجائے عقیدہ تناسخ، تریمورتی کے پیروکار ہندوؤں کو مؤحد قرار دیا گیا۔ شعائرِ اسلام کو ختم کر کے ہندووانہ رسوم وعقائد کی ترویج واشاعت کی مذموم کوشش کی گئی، حکومتی دیوان باجماعت نماز سے محروم کر دیے گئے۔ آتش پرستی، آفتاب پرستی، ممنوع اوقات نماز میں عبادت اور سجدہ تعظیمی کو رائج کیا گیا۔ معراج اور شق قمر جیسے معجزوں کا استہزاء، زکوٰۃ وجزیہ کو ختم کر دیا گیا، خنزیر، شراب اور جوئے کو جائز قرار دیا گیا ،ذبیحۂ گاؤ کی ممانعت کر دی گئی اور سور کا گوشت حلال کیا گیا، ہجری کیلنڈر کی جگہ سن الٰہی جاری کر دیا گیا۔ چچازاد بھائی اور بہن کے درمیان مناکحت کو ممنوع کر دیا گیا۔ کئی مساجد کو منہدم کر کے مندر بنادئے گئے۔ اور اس آئین

کو "آئین اکبری" کا نام دے کر سرکاری مذہب کی حیثیت سے پورے ہندوستان میں نافذ کر دیا گیا۔ (1)

نئے دین الٰہی کے پس منظر دو عوامل کار فرما تھے ایک تو ایران کی نقطوی تحریک اور دوسرا ہندو امراء کا دربار میں اثر و نفوذ۔ نقطویہ کا عقیدہ تھا کہ نبوت ایک ہزار سال کے لیے ہے اس کے بعد نئے نبی کا آنا لازم ہوتا ہے لہٰذا اب نئی شریعت اور نئے نظام کی ضرورت ہے۔ ۱۰۰۲ھ میں شاہ عباس اول نے جب نقطویوں کے قتل عام کا حکم دیا تو کچھ نقطوی جان بچا کر ہندوستان آگئے اور ابو الفضل کے ساتھ تعلقات کی بدولت حکومتی ایوان تک پہنچے اور اپنے ملحدانہ نظریات کا پرچار شروع کر دیا۔ (2)

ان لوگوں کے باطل نظریات کے مطابق اب چونکہ نئے دین و شریعت کی ضرورت تھی لہٰذا یہ اعلان کر دیا گیا کہ بادشاہ سلامت مجتہد اعظم ہیں اور اس کے مطابق قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر اور فقہاء کے اختلافات میں سے کسی چیز کو متعین کرنے کے اختیارات اکبر نے لیے اور اس کی بات کو دین اور شریعت کا درجہ دے کر "دین الٰہی" کا نام دے دیا گیا۔ یہ فتنہ چونکہ بادشاہ کی طرف سے تھا اور اس کی سنجیدگی کو مجدد الف ثانی نے نواب سید فرید کے نام ایک مکتوب میں واضح کرتے ہوئے بتایا کہ بادشاہ کی ریاست میں وہی حیثیت ہے جو جسم میں دل کو حاصل ہے کہ اس کی اصلاح ریاست کی اصلاح ہے اور اس کا بگاڑ عالم کا بگاڑ ہے۔" (3)

اکبر کے عقائد میں در آنے والا الحاد اور اس کا نافذ کردہ دین الٰہی وحدت ادیان کی آڑ میں اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے ایک بہت بڑی سازش تھی سازش کے اس دور میں آپ ابو داؤد کی ذکر کردہ روایت کے مصداق بنے جس میں رسول اکرم ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (4)

"اللہ تعالیٰ ہر صدی آغاز میں اس امت میں ایسی شخصیت کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کرے گی۔"

یہاں تجدید سے مراد باطل عقائد و نظریات سے اس امت کو پاک کرنا ہے اور الحاد اور گمراہی کے اس دور میں

1۔ بدایونی، ملا عبد القادر، منتخب التواریخ، مرتبہ (احمد علی و ولیم ناسولیس) مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۵ء، ۲: ۳۰۶-۳۰۵

2۔ آر۔ اے عباسی، تاریخ عالم ا، ۲: ۳۲۵، مطبوعہ تہران ۱۳۱۴ھ

3۔ احمد سرہندی، شیخ، (۱۰۳۴)، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۷، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور

4۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن ،كتاب الملا حم، باب ما يذكر في قرن المائة، رقم الحديث: ۴۲۹۱، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت

شیخ احمد سرہندی اصلاح کے لیے اٹھے اور حکمرانوں سمیت عوام الناس کی بھی اصلاح فرمائی۔ اس اصلاح کا آغاز مسلح مزاحمت کی بجائے آپ نے تبلیغ سے کیا اس ذیل میں حدیث مروی ہے:

ألا من ولی علیه وال فرآه یأتی شیئاً من معصیة الله فلیکره ما یأتی من معصیة الله ولا ینزعن یدا من طاعة [1]

"خبر دار! جس پر بھی کوئی امیر مقرر ہوا اور وہ اس امیر میں اللہ کی معصیت پر مبنی کوئی کام دیکھے تو وہ امیر کے گناہ کو تو ناپسند کرے لیکن اس کی اطاعت سے گریز نہ کرے"

امام نووی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:وقال جماهیر أهل السنة من الفقهاء والمحدثین والمتکلمین لاینعزل بالفسق والظلم وتعطیل الحقوق ولا یخلع ولا یجوز الخروج علیه بذلک بل یجب وعظه وتخویفه للأحادیث الواردة فی ذلک [2]

"اور جمہور فقہاء، محدثین اور متکلمینِ اہل سنت کا کہنا ہے کہ فسق، ظلم اور حقوق معطل کرنے سے حکمران قابل عزل نہیں ہوتا لہذا نہ اس کو معزول کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے خلاف خروج یا بغاوت ہوگی بلکہ اس کو اس باب میں وارد احادیث کی روسے سمجھانا اور متنبہ کرنا لازم ہے"

حکومت کے خلاف خروج بغاوت، مظاہرے یا جلاؤ گھیراؤ، قتل وغارت کی راہ اپنانا اس حدیث کی روسے بھی درست نہیں جس میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے:

ومن خرج علی أمتی یضرب برها وفاجرها ولا یتحاشی من مؤمنها و لا یفی لذی عهد عهده فلیس منی ولست منه [3]

"اور جو میری امت کے نیک اور بد افراد کے خلاف خروج کرے اور ان کے مومنوں کو الگ نہ کرے اور نہ ذمیوں کے عہد کو پورا کرے تو نہ وہ مجھ سے ہے نہ میں ان سے ہوں (میرا اس سے

---

1 ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح ' کتاب الامارة' باب خیار الأئمة وشرارهم، رقم الحدیث: ۱۸۵۵ ،داراحیاء التراث العربی، بیروت

2۔ نووي، یحیی بن شرف، (۶۷۶ھ) المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ۱۲ :۲۲۹کتاب الامارة' باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ۔ دار حیاء التراث العربی' بیروت' الطبعة الثانیة' ۱۳۹۲

3 ۔مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارة' باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذیر الدعا ة ألی الکفر ، رقم الحدیث: ۱۸۴۸

کوئی تعلق نہیں)۔"

حضرت مجد د الف ثانی نے ان نبوی تعلیمات کے مطابق تلوار کی بجائے قلم کی طاقت کا استعمال کیا اور اس کے ذریعے آپ نے دربار اکبری کی مؤثر شخصیات کو مکاتیب لکھے جن میں مکتوب الیہ کے عہدے اور نفسیات کے مطابق طرز تحریر اختیار کرتے ہوئے انہیں اصلاح پر ابھارا گیا اور خان جہاں لودھی کو لکھے گئے خط میں شریعتِ مطہرہ کی پابندی اور دعوت کے لیے انبیاء کے طریق کو اپنانے میں عافیت و کامیابی کا اظہار کیا۔ [1] آپ کے اس طریقہ کو اپنانے کا اصل مقصد حکام کی اصلاح تھی نہ کہ ان کا قرب جس کی صراحت انہوں نے اپنے مریدین کو لکھے خطوط میں کر دی اور اس بات کی صراحت کر دی کہ یہ طریقہ خود ان میں شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے۔ [2] لیکن آپ نے اس بات پر زور دیا کہ جو حاکم علماء کی بات سنتا ہو اس تک حق کا پیغام پہنچانا چاہیے۔ اس کی وضاحت آپ اپنے ایک مکتوب میں یوں کرتے ہیں:

"جہانگیر جیسا بادشاہ جب آپ کی بات غور سے سنتا ہے اور اس کو وقعت دیتا ہے تو کیسا نادر موقع ہے کہ آپ صراحۃً یا اشارۃً کلمہ حق اس کے گوش گزار کر دیں" [3]

تبلیغ کے اس کام کی اہمیت بادشاہ کے مصاحبین کو جتاتے ہوئے لکھا: "آج کا دن وہ دن ہے کہ عمل قلیل کو اجر جزیل کے بدلہ میں بڑی قدر کے ساتھ قبول فرماتے ہیں، اصحاب کہف سے سوائے عملی ہجرت کے نمایاں عمل ثابت نہیں جس کو اتنی اہمیت دی جائے، دشمنوں کے غلبہ کے وقت اگر وفادار تھوڑی سی مستعدی دکھائیں تو بڑی عزت پاتے ہیں۔ بخلاف اس وقت کہ جب امن کا زمانہ ہوتا ہے اور دشمن اپنی جگہ پر ہوتے ہیں۔ جہاد قولی کا یہ جو موقع آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے" [4]

اس ساری تحریک میں آپ کا مقصد لوگوں کی قرآن وسنت کے مطابق اصلاح اور ان پر عمل کی طرف راغب کرنا رہا اور اس حوالے سے اپنے مکاتیب میں چار چیزوں پر زور دیا جن میں ایک عقائد کی قرآن وسنت کے مطابق درستگی، دوسرا احکام شریعت میں حلال وحرام اور فرض، واجب وغیرہ کی معرفت، تیسرا اس علم کے موافق عمل اور چوتھا صوفیاء کی طرح تزکیہ کے طریق کو اختیار کرنا ہے۔ آپ نے ان چاروں امور کی اہمیت اور ان کا آپس

1۔ مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۵۴

2۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ٦٧

3۔ ایضا

4۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ٦۵

میں ربط قائم کرتے ہوئے لکھا: "جب تک عقائد کو درست نہ کریں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا، اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں، عمل نفع نہیں دیتا، اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہوں تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے، ان چار رکنوں اور ان کے متممات و مکملات کے بغیر جو کچھ ہے، سب فضول ہے اور دائرہ مالایعنی میں داخل ہے"[1]

اس طرح آپ نے نہ صرف عقائد کی اصلاح فرمائی بلکہ ان کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے، ان کا علم رکھنے اور ان پر عمل کی تین جہتوں پر توجہ دیتے ہوئے حکمرانوں اور عوام الناس کی اصلاح پر زور دیا۔ جیسا کہ آپ نے ایک اور خط میں واضح کیا کہ:

> "اول اس اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے، جو حق تعالٰی کی ذات وصفات و افعال سے تعلق رکھتا ہے اور پھر اعتقاد کرنا چاہیے کہ جو کچھ پیغمبر ﷺ حق تعالٰی کی طرف سے لائے ہیں اور ضرورت وتواتر کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے یعنی حشر و نشر و آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور سب سنی سنائی باتیں حق ہیں۔ ان میں خلاف کا احتمال نہیں۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو گا نجات بھی نہ ہو گی۔ دوسرے احکام فقہیہ یعنی فرض وواجب وسنت ومستحب وغیرہ کا بجالانا ضروری ہے۔ شرعی حل و حرمت کو اچھی طرح مدنظر رکھنا چاہیے اور حدود شرعی میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات ہو"[2]

آپ جانتے تھے کہ جب تک عقائد درست نہ ہوں گے تب تک اصلاح ہو ہی نہیں سکتی اسی لیے آپ نے خواص سے لے کر عوام تک کے عقائد میں در آنے والی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی اصلاح پر خاص توجہ دی۔

باطل عقائد کی تردید کے اہم پہلو

شیخ احمد سرہندی نے باطل عقائد کے رد کی اس تحریک میں جن عقائد کو پیش نظر رکھا آئندہ صفحات میں ان پر غور کرتے ہوئے آپ کی اس بارے میں کاوشوں کا جائزہ لیا جائے گا، تاکہ عصر حاضر میں آپ کی تعلیمات سے استفادہ کیا جاسکے۔۔

1۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۵۷

2۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۰

ا۔عقیدہ توحید کو مشرکانہ عقائد سے پاک کرنا

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہندو طبقے کے ساتھ اختلاط اور دینی تربیت نہ ہونے کے سبب سے تصور توحید خالص نہ رہا تھا۔ پھر اکبر کی حد سے بڑھی ہوئی رواداری اور آئین اکبری کی ایجاد نے تصور توحید کو بالکل ہی دھندلا دیا تھا۔ آئین اکبری کی رو سے

رام اور رحیم ایک ہی تھے، صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے باطل فرقے، اور فلاسفہ وجود باری تعالیٰ پر عجیب و غریب نظریات کی ترویج کر رہے تھے اور تیسری طرف وہ صوفیاء تھے جو وحدت الوجود کے قائل تھے، ان سب کی بدولت تصور توحید خالص نہ رہا تھا۔ شیخ احمد سرہندی نے عقیدہ توحید کو تمام مشرکانہ عقائد سے پاک کیا آپ لکھتے ہیں:

> "جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ و تقدس خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یگانہ ہے اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی، کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں۔ مشارکت رسمی اور مناسبت لفظی بحث ہے"[1]

اس طرح آپ نے مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار کیا اور اس سے متعلق تمام باطل جہتوں کی تردید کی۔ اس عقیدہ میں اصلاح کے حوالے سے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا گیا:

i. رام اور رحیم کے ایک ہونے کی تردید: اکبر کے دور کی بدعقیدگیوں میں سے ایک باطل عقیدہ یہ بھی تھا کہ رام ور حیم (نعوذ باللہ) ایک ہی ہیں جس کی تردید آپ ہر دے رام کے مکتوب کے جواب میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "رام اور رحمٰن کو ایک جاننا بہت بڑی بیوقوفی ہے۔ خالق مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا اور چون و بیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔ رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔"[2]

آپ نے بروقت اس خطرے کو بھانپ لیا تھا کہ ہندو توحید کے عقیدہ پر نقب لگا رہے ہیں اسی لیے آپ نے اس

1۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

2۔ مکتوبات, دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶۷

عقیدہ کو ایسے تمام باطل تصورات سے پاک کر دیا جو اسلام کو ہندو ومت میں ضم ہونے کا سبب بن سکتے تھے۔

ii. **نظریہ وحدت الوجود کی درست توجیہ:** وحدت الوجود یعنی "ہمہ اوست" کا بانی ابن عربی (۵۶۰ھ تا ۶۳۸ھ) کو بتایا جاتا ہے[1] اس کے اس نظریہ کے مطابق فی الحقیقت ذات ایک ہی ہے اور کائنات میں نظر آنے والی چیزیں اس کا مظہر اور پرتو ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں اس کا نظریہ مجموعہ اضداد تھا جس کی وجہ سے وحدت ادیان لازم آتا ہے اور بت پرستی کو جواز ملتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق کائنات خدا کا عین ہے لہذا کسی بھی چیز کی عبادت خدا کی عبادت ہی قرار پائے گی لیکن اس کے لیے شرط یہ رکھی کہ عبادت کسی کی بھی ہو مگر مظہر خداوندی کا خیال رکھتے ہوئے کی جائے۔[2]

اس نظریہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر غلط عقیدہ اور برا فعل خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے لگا[3]، انسان کے اختیار اور ارادے کا خاتمہ ہوا[4] اور کچھ روحوں کی ابدیت لازم آگئی[5] جس کی وجہ سے آپ نے یہ نظریہ قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور اسے الحاد اور زندقہ شمار کیا اور اس کے برعکس وحدت الشہود یعنی "ہمہ از اوست" کا نظریہ پیش کیا اور وحدت الوجود کو سالک کے سیر وسلوک کی ایک منزل قرار دیا اور منصور نے جو "انا الحق" کہا اس کو کفر قرار دیا۔[6] پھر فلسفہ وحدت وجودی و شہودی میں یوں فرق کیا کہ:

> "توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ نظر نہیں آتا اور توحید وجودی ایک کو موجود جاننا اور اس کے غیر کو معدوم (غیر موجود) سمجھنا اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس کو ایک ذات کا مظہر اور جلوہ خیال کرنا ہے۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی ایک قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے۔"[7]

اس طرح آپ نے توحید شہودی کو ہی فنا کے حصول کے لیے کافی قرار دیتے ہوئے اس کو اخلاص کا ذریعہ بتایا

1۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۲

2۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۲

3۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۸۶

4۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۸۶

5۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۸۶

6۔ ایضا، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۴۴

7۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۳

اور وحدۃ الوجود محض وہم اور سایہ کے پیچھے بھاگنے کا ذریعہ قرار دیا۔[1]

iii. **عقیدہ حلول کی تردید:** نظریہ اتحادو حلول عقیدہ وحدۃ الوجود کا لازمی نتیجہ ہے، اتحاد و حلول کو ہندو مت میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ عام طور پر بت پرست اپنے معبودوں کی عبادت انہیں خدا کا مظہر سمجھ کر ہی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق انسان اپنے آئینۂ دل کو اتنا لطیف اور صاف بنالیتا ہے کہ خدا کی ذات خود اس کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے یا حلول کر جاتی ہے۔ یہ ایک باطل و شرکیہ نظریہ ہے۔ مجدد الف ثانی اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے خواجہ عبد اللہ اور عبید اللہ کی طرف اپنے ایک مکتوب میں واضح کیا کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور اس عقیدہ کو آپ نے کفر اور زندقہ گردانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے وہم و گمان سے بہت برتر و بلند قرار دیا[2] اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے تبعض و تجزی کو محال قرار دیا[3]۔ ان معاملات پر حکم لگاتے ہوئے آپ شیخ درویش کی طرف ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کچھ اور معنی مراد لیں جن سے حالیت اور محلیت یعنی حلول کا وہم پڑتا ہو تو عین الحاد اور زندقہ ہے"[4]

عصرِ حاضر بہت سے متصوف عقیدہ حلول کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں اور اگر تحقیق کی جائے تو ان میں اکثر دینی علوم سے نابلد نظر آتے ہیں جو کہ دین کی تخریب اور لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ ایسے عناصر سے پہلو تہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہوگی۔

iv. **صفات باری تعالیٰ سے متعلق عقائد باطلہ کی اصلاح:** صفات باری تعالیٰ کا موضوع فلاسفہ متکلمین اور صوفیاء کے ہاں ایک اہم مبحث کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلاسفہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اور اسے جزئیات کا عالم نہیں جانتے۔ صوفیاء ذات باری تعالیٰ اور وجود باری تعالیٰ میں فرق کرتے ہیں اور معتزلہ کی طرح بعض باطل فرقے صفات باری تعالیٰ میں اختلاف و انکار کا شکار ہیں جبکہ اشاعرہ صفات ثمانیہ کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ساری صفات، ذاتِ خداوندی کے علاوہ چیزیں ہیں مگر معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ صرف ذات ہے۔ ذات کے علاوہ کوئی چیز نہیں اور کوئی اللہ کو حادث مانتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی نے ان تمام عقائد باطلہ کا رد کیا ہے آپ خان جہاں کی

1۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر 43

2۔ ایضا، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

3۔ ایضا، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷

4۔ ایضا، دفتر اول ، مکتوب نمبر ۹۷

طرف مکتوب میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے اعتبار سے قدیم، ازلی اور ساری کائنات کا موجد، محیط، عقل میں نہ سمانے والا مگر قریب اور باقی تمام مخلوقات کو حادث قرار دیا۔ [1]

آپ کے اس خط کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے تمام باطل کی تردید اور جدید ذہن کے تمام شکوک کا ازالہ ہو جاتا ہے جو کہ جدید الحادی فکر کے ذریعے فروغ پا رہے ہیں۔

2۔ شرکیہ عقائد و رسومات کا رد

دین الٰہی کے نتیجہ میں ہندو معشرے کی بہت ساری رسوم و عقائد اسلام میں شامل کر لی گئیں جن کو آج بھی جاہل لوگ اپنے عقیدہ کا حصہ سمجھتے ہیں اور ان سے پہلو تہی معاشرے کی اکثریت کے لیے دشوار نظر آتی ہے مگر اپنے دور میں شیخ احمد سرہندی نے برملا ان شرکیہ عقائد اور رسومات کے خلاف آواز اٹھائی اور ان رسموں کو شرک قرار دیتے ہوئے لکھا: "دو دینوں یعنی کفر اور شرک کی تصدیق اور اظہار کرنے والا اہل شرک میں سے ہے اور اسلام و کفر کے مجموعی احکام پر عمل کرنے والا مشرک ہے، کفر سے بیزار ہونا اسلام کی شرط ہے اور شرک سے پاک ہونا توحید کا نشان ہے" [2] آپ نے ایسے لوگوں کو متنبہ کیا جو کہ معاشرے کے ہر دین اور اس کی اتباع کرنے والے کے احترام کا راگ الاپتے ہیں کہ عقیدہ کے اعتبار سے ایک مسلمان کا تمام شرکیہ عقائد اور رسومات کا رد لازمی ہے اس لیے کہ دوغلا پن رکھنے والا ایک دین پر یکسو ہو کر زندگی نہیں گذار سکتا جب کہ اسلام کا تقاضا مکمل طور پر دین میں داخل ہونے کا ہے [3] لہٰذا اسلام کا دم بھرنے والے کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔ ذیل میں ان چند شرکیہ عقائد پر غور کیا جاتا ہے جن کی شیخ احمد سرہندی نے اصلاح فرمائی۔

i. **تذلیل کا رد:** ہندو سورج چاند ستاروں سے لے کر چرند پرند تک سب کو خدا مانتے ہیں، ہر جاندار بے جان چیز سے لے کر انسانوں تک کو سجدہ کرتے ہیں، ان کے دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی یہ خرافات در آنے لگیں تھیں خاص طور پر جب اکبر نے اپنے دربار میں بادشاہ کے لیے سجدہ تعظیمی کو لازمی قرار دیا۔ لیکن آپ نے اس کا بلیغ رد کیا۔ جہانگیر نے جب آپ کو دربار میں بلایا تو آپ نے خلاف شریعت آداب شاہی ادا نہ کیے۔ جواب طلبی پر آپ نے فرمایا کہ "میں نے آج تک خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے آداب و احکام کی پابندی کی ہے۔ اس

1۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ٦٧
2۔ ایضاً، دفتر سوم، مکتوب نمبر ٤١
3۔ البقرۃ، ٢: ٢٠٨

کے علاوہ مجھے کوئی آداب نہیں آتے۔ پھر اس نے خود کو سجدہ کرنے کا مطالبہ کی جس سے انکار پر آپ کو قلعہ گوالیار میں بند کر دیا گیا" [1]

ان تمام معاملات سے درس ملتا ہے کہ حکمران کے رعب میں آکر اسلامی عقائد سے انحراف مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ اس کی حق پر استقامت بالآخر حکمران کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے گی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ یا دیگر اشیاء کے سجدہ کی مکمل نفی کی اور اسے صرف اللہ تعالی کے لیے ہی روا رکھا اور وہ علماء جنہوں نے اس امر کو بادشاہ کے لیے جائز گردانا اور اس کے حق میں فتویٰ دیا ان کو متنبہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا شریک بننے سے منع کیا اور اسی کے حضور تواضع کرنے کا درس دیا۔ [2]

آپ نے انتہائی حکمت آمیز انداز میں دلائل کے ساتھ واضح کیا کہ سجدہ کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے لہٰذا بادشاہ کو چاہیے کہ وہ خود کو اس شرک سے بچائے اور سیاسی معاشرتی مروت میں آکر شرکیہ معاملات میں عملی طور شریک ہونے والے آج کے دور کے بعض افراد کے لیے بھی یہ درس ہے تعظیم کی ایک حد رکھی جائے اور کسی کے لیے بھی اس حد تک نہ جھکا جائے جس میں سجدہ کا شائبہ ہو۔

ii. **مزارات پر سجدہ کا رد:** ہندوؤں کے دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی دربار مزارات پر سجدے کا رجحان پنپنے لگا تھا۔ عوام میں دینی شعور راسخ نہ تھا، نو مسلموں کی مناسب تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اس شرکیہ رجحان کے بڑھنے کا اندیشہ تھا اس لیے اس رسم بد کا ابتداء میں ہی خاتمہ ناگزیر تھا اسی لیے جب یہ معاملہ آپ کے علم میں آیا تو آپ نے فوراً شیخ نظام تھانیسری کو لکھا:

> "معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کے لیے ضروری ہے خاص کر اس شخص کے لیے جو خلق کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو" [3]

آج بھی کچھ صوفیا کے مزارات پر ایسی بد اعمالیاں دیکھنے میں آتی ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کے اس پیغام کو

1۔ مکتوبات، حضرات القدس، ص ۱۱۷

2۔ ایضاً، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲

3۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹

عام کیا جائے، عوام الناس میں اس کی برائی کا شعور اجاگر کیا جائے اور مزارات کی اس بری رسم کا خاتمہ کیا جائے۔

۳۔ رسالت سے متعلق باطل عقائد کا رد

عقیدہ توحید کی طرح عقیدہ رسالت میں بھی بگاڑ پیدا ہو چکا تھا فلاسفہ اور متکلمین نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ آپ کی تخلیق کے بارے میں عجیب و غریب تاویلیں بیان کیں، اطاعت رسول کی بجائے اطاعت خدا کا عقیدہ بیان کیا جانے لگا، نبوت اور رسالت کی بجائے عقل کو حق تک رسائی کا ذریعہ خیال کیا جانے لگا اور ولایت کو نبوت پر مقدم جانا جانے لگا تھا۔ لیکن مجدد الف ثانی نے اپنی حکیمانہ بصیرت سے عقیدہ رسالت کو ان تمام خرافات سے پاک کیا۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ "اثبات النبوۃ" لکھا جس میں نبوت محمدی کی ابدیت، دوامیت، عالمگیریت، خاتمیت اور اہمیت کو مدلل انداز سے واضح کیا۔ اس طرح رسالت کے متعلق خاص طور پر درج ذیل عقائد میں راہنمائی فرمائی اور باطل عقائد کا رد کیا۔

I. **رسالت محمدی ﷺ کی وقتی تقیید کا رد:** ایران کی نقطوی تحریک نے نبوت محمدی کی ابدیت اور دوامیت کے خلاف بغاوت کی تحریک

چلائی اور کہا جانے لگا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت ایک ہزار سال کے لیے تھی، چنانچہ آپ کی نبوت کا ایک ہزار یہ تمام ہوا اب عقلی طور مذہبی رہنمائی کا دور ہے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اس تصور پر کاری ضرب لگائی اور امت میں نبوت و رسالت محمدی کو ہزار سال تک ہی محیط کرنے کے باطل نظریہ کا رد فرمایا اور واضح کیا کہ آپ کیا نبوت یا قیام قیامت باقی و جاری رہے گی اور قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی آپ کے امتی کی حیثیت سے ثابت کرت ہوئے لکھا:

> "حضرت عیسیٰؑ نزول فرما کر آپ کی شریعت پر عمل فرمائیں گے اور آپ کے امتی ہو کر رہیں گے"(1)

اس طرح آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی وقتی تحدید و تقیید کے باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے آپ ﷺ کو تا قیامت دائمی عالمی اور آفاقی نبی اور رسول کے حقیقی نظریہ کا پرچار کیا اور عققیدۃ ختم نبوت سے متعلق باطل عقائد کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ: "رسول محمد ﷺ تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کا دین پہلے دینوں کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی کتابوں سے بہتر ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہیں ہو گا بلکہ آپ کی

1۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۶۷

شریعت قیامت تک باقی رہے گی"[1]

اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا کوئی اس کو مانتا ہے تو مدعی اور معتقد دونوں باطل اور کذاب ہیں اور یہ ختمِ نبوت کا سلسلہ قیامت تک کے لیے اور پورے عالم کے لیے ہے۔

II. **نبوّت پر ولایت کی برتری کا رد:** آپ کے دور میں نبوت سے متعلق ایک فتنہ نے سر اٹھایا کہ ولایت کو نبوت پر برتر قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ نبوت کا تعلق قطعاً محنت مجاہدہ اور ریاضت سے نہیں ہے جو کہ ولایت کے حصول کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے۔

آپ نے اپنے مکتوبات میں دلائل سے نبوت کی ولایت پر فضیلت بھی ثابت کی آپ لکھتے ہیں: "ولی کی ولایت اس کے نبی کی ولایت کا جزو ہوتی ہے۔ ولی کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ درجات حاصل ہو جائیں پھر بھی وہ درجات اس کے نبی کے درجات کا جزو ہوتے ہیں۔ جز خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے پھر بھی کل سے کم ہی رہتا ہے کیونکہ کل ہمیشہ اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے"[2]

آپ کی اس صراحت سے واضح ہوا کہ نبوت ولایت پر فوقیت نہیں رکھتی بلکہ یہ تعلیماتِ نبوت ورسالت کے تابع ہو گی تو حق کا وصل نصیب ہو گا ورنہ بربادی و گمراہی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔

iii. **معراج النبی ﷺ کی صرف روحانیت کے نظریہ کا رد:** معراج النبی ﷺ کا انکار کفار نے بھی کیا تھا اور بعد میں آنے والے الحاد پرست ذہنوں نے بھی، دینِ اکبری میں بھی معراج النبی ﷺ کا عقلی طور پر انکار کیا گیا کہ ایک جسمانی وجود کیا یک زمین سے آسمان پر کیسے جا سکتا جاتا ہے؟ اور بعضوں کا ماننا تھا کہ یہ روحانی معراج تھی جو خواب میں ہوئی تھی۔ آپ نے اس نظریہ کی تردید کی اور واضح کیا کہ آپ ﷺ نہ صرف جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے بلکہ رویت باری تعالیٰ سے بھی فیضیاب ہوئے آپ نے ایسے افراد پر واضح کیا یہ معراج اللہ کی منشاء کے مطابق جسمانی تھی جس میں آپ ﷺ نے جنت، دوزخ کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور آپ پر ذاتِ باری کی طرف اس موقع پر وحی کا نزول بھی ہوا اور اس معراج کو سرکار دو عالم ﷺ کی خصوصیت قرار دیا۔[3] اس طرح اس واقعہ کو معجزہ قرار دے کر ماورائے عقل ٹھہراتے ہوئے فرمایا:

1۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷

2۔ ایضاً، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۴

3۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۳۵

"جو شخص احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے، اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے، وہ شانِ نبوت کا منکر ہے"[1]

اس طرح واضح کر دیا کہ ﷺ کے اس معجزہ کا انکار چاہے کسی بھی دور میں عقیدہ رسالت پر ایمان میں رخنہ ڈالے گا کیونکہ اس طرح نبوت کی بجائے عقل پر یقین ہے اور عقل نبوت سے برتر نہیں بلکہ اس کے تابع ہے لہذا اس نظریہ کا اعتقاد واضح کرنا اس دور میں مجدد الف ثانی پر لازم تھا اور آج اس کا فروغ اور ملحدین کا رد علماء حق کا فرض ہے۔

iv. **بدعات کا رد:** حضرت مجدد الف ثانی سنت رسول ﷺ کے شیدائی تھے۔ اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ آپ معمولی باتوں میں بھی سنت نبوی کی پیروی لازم کرتے۔ آپ بدعت کو سنت کے متناقض خیال کرتے تھے۔ ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھتے ہیں:

"سنت اور بدعت دونوں مکمل طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کے ثبوت سے دوسرے کا انکار اور نفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کے مارنے کے مترادف ہے"[2]

آپ کا ماننا تھا کہ گذشتہ زمانوں میں لوگوں کے اسلام کی یہ حالت نہ تھی جو موجودہ وقت میں ایک ہندو معاشرے میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو سنت پر سختی سے عمل پیرا رہنا چاہیے، آپ بدعت حسنہ کو بھی گمراہی خیال کرتے تھے اور اس سے مکمل احتیاط کا درس دیتے ہوئے واضح کیا کہ ہر بدعت میں ظلمت و کدورت پائی جاتی ہے"[3]

آپ بدعت کو رافع سنت گردانتے ہوئے کفن کے ساتھ عمامہ کو بھی سنت کے اعتبار امر زائد گردانا اور ایسے معاملات میں اتباع سنت اور اتباع صحابہ پر زور دیا۔[4]

آپ کی تعلیمات امت کے ہر دور اور ہر طبقہ کے سنت پر استقامت اور دین میں بدعات و خرافات سے بچنے کا رہنما اصول فراہم کرتی ہیں کہ دین کے وابستگی رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں اور سنت رسول ﷺ سے

1۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۱۴

2۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵۵

3۔ ایضاً، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۳

4۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۸۶

انحراف بربادی کاذریعہ ہے۔

4۔عقیدہ آخرت سے متعلق باطل نظریات کی اصلاح

آپ کے دور میں عقیدہ توحید اور رسالت کے ساتھ ساتھ آخرت سے متعلق عقیدہ میں بھی باطل نظریات و عقائد آمیزش ہوگئی تھی۔خاص طور پر عقیدہ تناسخ اور نقل ارواح کا تصور مسلمانوں میں رواج پانے لگا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ نقل ارواح کارجحان بھی پنپ رہاتھا۔اور آپ کے مکتوب کے مطابق بعض صوفیافنااور بقاکو وفات اور حشر کامساوی قرار دیتے اور جزاء اور سزاکاانکار کرتے۔[1] آپ نے اس عقیدہ کی اصل روح کس طرح اجاگر کی ذیل میں چند نکات کا جائزہ لیاجاتاہے۔

I. **عقیدہ تناسخ کارد:** مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت کے مقابل ہندوؤں کاعقیدہ تناسخ تھا جس کی وضاحت میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

> "بعض ملحد لوگ جو باطل کے ساتھ جھوٹ موٹ کی مسند پر بیٹھے ہیں۔تناسخ کے جواز کا حکم دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ نفس جب تک حد کمال تک نہ پہنچے بدنوں کی تبدیلی بلکہ بدنوں سے متعلق فارغ ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائش سے مقصود یہی اس کا کمال ہے جو میسر ہو گیا۔یہ بات صریح کفرہے اور ان تمام باتوں کاانکار ہے جو دین میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں کیونکہ آخرکار جب تمام نفوس حد کمال کو پہنچ جائیں پھر دوزخ کس لیے ہوگی اور عذاب کس کو ہو گا۔اس میں دوزخ اور آخرت کے عذاب اور جسموں کے ساتھ اٹھنے کاانکار ہے"[2]

آپ کی اس انداز سے صراحت واضح کرتی ہے کہ اس بارے میں ہندوؤں کا نظریہ اسلامی نظریہ سے بالکل مختلف ہے لہذا آج کے دور میں یابعد میں جب بھی اس حوالے سے کوئی بات ہوتو مسلم نظریہ اسلام کاہی ہو گاباقی تمام نظریات وقتی اور فاسدہیں۔

II. **نظریہ نقل ارواح کارد:** بعض لوگ نقل ارواح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ روح کو کمال کے بعد اس قسم کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنے بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔اس کی تردید میں آپ لکھتے ہیں:"فقیر کے نزدیک نقل روح کا قول تناسخ کے قول سے بھی گیاگزراہے کیونکہ تناسخ

1۔مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۱

2۔ایضاً، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۵۸

کا نفس کی تکمیل کے لیے اعتبار کرتے ہیں۔ اگر چہ یہ اعتبار باطل ہے۔ مزید لکھتے ہیں نقل روح میں بدن اول کا مارنا اور دوسرے بدن کا زندہ کرنا ہے۔ پس بدن اول کو احکام برزخ کے حاصل ہونے سے چارہ نہیں اور قبر کے عذاب و ثواب سے خلاصی نہیں اور دوسرے بدن کے لیے جب دوسری حیات ثابت کرتے ہیں۔ اس کے لیے گویا دنیا میں حشر ثابت ہو گیا یا شاید نقل روح کا قائل قبر کے عذاب و ثواب کا قائل نہیں اور حشر و نشر کا معتقد نہیں "[1]

آپ ان تعلیمات کے مطابق آج کے دور کے جاہل عامل اور چلہ کشی کرنے والے اپنے اس دعوی میں بالکل باطل ہیں کہ ان میں فلاں کی روح آتی ہے یا فلاں کی۔ اس طرح کے شعبدہ بازوں سے گریز اور اپنے ایمان کو بچانا نہایت ہی ضروری ہے۔

نتائج بحث

حضرت مجدد الف ثانی کی باطل عقائد کے رد میں کی جانی والی جدوجہد کا جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

1۔ اکبر کے دین الہی اللہ کو دین نہیں بلکہ ہندو تعلیمات اور رسم ورواج کا ملغوبہ اور اسلام کی تعلیمات سے انحراف قرار دیا اور ان کا یہی تصور ہندوستان میں دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔

2۔ وحدت الوجود کی غلط تعبیرات نے ایک عالم کو بے راہ کر دیا تھا، لوگوں نے اس نظریے کے سبب حلال وحرام کے مابین تفریق کو ختم کر دیا تھا۔ آپؒ نے اس نظریے کی معقول توجیہ و تشریح فرمائی۔ ابن عربی اور صوفیاء سلف کا مؤثر دفاع کیا۔ اور نظریہ وحدۃ الشہود کو پیش کر کے اہل طریقت کی صحیح سمت میں راہنمائی فرمائی۔

3۔ اکبر اور جہانگیر کے دور میں بادشاہ کے لیے سجدہ کا رواج تھا، آپ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور دربار جہانگیر میں سجدہ اور دیگر تعظیمی رسومات ادا کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپ کو قید میں ڈال دیا گیا اور آپ سے سزائیں برداشت کر لیں لیکن دین اسلام کے مسلمہ عقائد سے انحراف کرنے کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا۔ بلکہ آپؒ نے زندان میں سنت یوسفی ادا کی۔ اور وہاں پر قیدیوں کے عقائد کی اصلاح کا بھی فریضہ انجام دیا۔ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ حق بات کے لیے باطل سے دبنا نہیں چاہیے۔

4۔ آپؒ کے دور میں رسالت محمدی ﷺ کی عالمگیریت اور ابدیت کو محدود کر دیا گیا اور ہزار سال کا دورانیہ

1۔ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۵۸

آپ ﷺ کے تمام ہونے کا وقت قرار دیتے ہوئے نئے نبی اور دین کی ضرورت کا ڈنڈھورا پیٹا جانے لگا جس پر آپؒ نے عقیدہ رسالت کی ابدیت کو بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہمیشہ کے لیے ہے۔ ان کو عطا ہونے والا دین سابقہ ادیان کا ناسخ ہے۔ اس کو کوئی منسوخ نہیں کر سکتا۔

5۔ اس تصور سے ختم نبوت کے عقیدے کا تحفظ بھی ہوا۔ کہ یہ دین ناسخ ہے اور کوئی اس کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس حقیقت کو اپنے مکتوبات میں کئی جگہ پر واضح کیا کہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اب آپ ہی دائمی اور آخری نبی ہیں۔

6۔ دین اکبری کے مطابق عقلی طور پر معراج کا انکار کیا گیا کہ ایک جسمانی وجود والا یکایک زمین سے آسمان پر کیسے جا سکتا جاتا ہے؟ آپ نے اس کی تردید کی کہ رسول اللہ ﷺ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ بلکہ عرش و کرسی سے گزر کر حدود زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

7۔ حکومت کے خلاف خروج کی بجائے حکمت و بصیرت سے اصلاح کا انداز اپنانا چاہیے مزاحمت اور احتجاج، جلاؤ گھیراؤ، مظاہرے، قتل وغارت اور فساد کی بجائے پر امن انداز اپنانا چاہیے۔

8۔ اسلام دین فطرت ہے، نت نئی باتوں اختلافات اور لایعنی قسم کے مباحث میں الجھنے کی بجائے قرآن و سنت کا مکمل اتباع اخروی نجات کے لیے کافی ہے۔

9۔ تصوف کو شریعت کے تابع ہونا چاہیے اور شریعت سے متضاد رجحانات کا تصوف سے خاتمہ ناگزیر ہے۔ صوفیا کے مزارات پر ہونے والے تمام غیر شرعی افعال پر پابندی بہت ضروری ہے۔ اس حوالے سے عوام میں شعور بیدار کرنا علما کی ذمہ داری ہے۔

10۔ بدعات اور ہندوانہ رسومات عقائد و نظریات خصوصاً ذات پات کی تقسیم جیسے رجحانات کے خاتمے کے لیے علما کو چاہیے کہ وہ عوام میں شعور بیدار کریں۔